رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں اک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک کے ساتھ روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | یکم فروری ۱۹۱۹ء | شنبہ | ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ | نمبر ۵۸

مدینۃ المسیح

۲۸ تاریخ سے آج ۳۰ تک دن رات متواتر بارش ہو رہی ہے۔ اور ابتک آسمان سحاب آلود ہے۔ چونکہ اکثر اوقات ہلکی ہلکی بارش ہوتی رہی ہے اس لئے ڈھاب میں پانی زیادہ نہیں بھرا لیکن کھیتوں کے لئے نہایت کافی بارش ہو چکی ہے۔

علمائے دیوبند کے متعلق اس پرچہ میں مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ غیر احمدیوں میں تقسیم کرنے کے لئے بطور اشتہار بھی شائع کیا گیا ہے۔ احباب بہت جلد محصول ڈاک بھیجکر دفتر ترقی اسلام سے منگوالیں۔ اور لوگوں میں تقسیم کریں۔

شرائط بیعت سلسلہ احمدیہ

اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔ دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہ ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اسکی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا۔ چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہیگا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا۔ بلکہ قدم

آگے بڑھائیگا۔ ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔ ہفتم یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی و حلیمی سے زندگی بسر کرے گا۔ ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا۔ نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔ دھم یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا۔ اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

اخبار احمدیہ

نامہ اخلاص

ذیل میں ایک نوجوان کا جو سب اسسٹنٹ سرجن کلاس میں تعلیم پاتے ہیں۔ بیعت کا خط درج کیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں لکھا ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور مشکلات سے محفوظ رکھے۔

میرے پیرو مرشد ہادی و رہنما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والدین نے مجھے چھوڑ دیا۔ میرا قصور یہ ہے کہ میں نے سیدھا رستہ اختیار کیا۔ میرا چچا مجھ سے برگشتہ ہوگیا میری خطا ہے کہ میں نے راہ راست پالیا۔ میرے رشتہ دار مجھ سے نفرت کرنے لگ گئے۔ کیونکہ میں آپ سے اور آپ کے خاندان سے محبت کرنے لگ گیا۔ میرے دوست میرے دشمن ہوگئے۔ کیونکہ میں نے جنت کا رستہ ڈھونڈھ لیا۔ دنیا مجھ سے پھر گئی۔ کیونکہ میں دنیا سے تنگ آگیا۔ سب کچھ ہوا مگر دل نے نہ مانا کہ میں اپنے ارادہ سے باز آؤں۔ اور باز کیسے آتا۔ کیا میں کوئی برا کام کرنے لگا تھا؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں۔ ظاہرہ نشانیاں دیکھیں اور دیکھ رہے ہیں۔ اپنے ہی منہ سے احمدی دیانت و صداقت کے معترف بھی ہیں۔ اور دبی زبان سے کہہ بھی گذرتے ہیں۔ کہ مرزا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تھا تو لائق شخص۔ باایں ہمہ مخالفت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ میں تو اسی ڈر کے مارے برابر چار سال سے حقیقت کو دل میں مخفی رکھے بیٹھا تھا۔ مگر عشق و مشک کب چھپے رہتے ہیں۔ میرے چچیرے بھائی نے جو کہ یہاں اسلامیہ کالج میں پڑھتا ہے کسی طرح میرے خیالات سے آگاہی پاکر چچا صاحب کو اطلاع دیدی۔ انہوں نے پچھلے اتوار مجھے امرتسر بلایا۔ والد صاحب بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ کہنے لگے بھئی اگر تمہارے دل میں کسی قسم کے شکوک ہوں تو چل کر مولوی ثناء اللہ سے رفع کر لو۔ میں نے عرض کی کہ جناب میرے دل میں کسی طرح کا شک باقی نہیں۔ جو شک تھے وہ رفع ہو چکے ہیں اب مجھے مولوی ثناء اللہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر آپ چاہتے ہیں تو قادیان تشریف لے جا کر دل کی تسکین حاصل کر آئیں۔ اس پر تو وہ بہت ناراض ہوئے اور بہت سخت سست کہا [illegible] کو کام میں لاکر مجھکو آدھی رات گھر سے نکال دیا۔ جب میں باہر نکل آیا تو چچا صاحب نے پیچھے سے مجھکو کہا کہ اگر تم اب بھی اپنی ہٹ سے باز آجاؤ تو تمہاری چند دنوں میں اپنی لڑکی کے ساتھ شادی کر دونگا اور ایک مکان بھی تمہارے نام لکھ دونگا۔ اور اگر تم ہماری نہیں مانو گے۔ تو ہم تم کو پڑھائی کے لئے خرچ نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے ایسی شادی کی ضرورت نہیں جس کے لئے حق سے روگرداں ہونا پڑے۔ میرا رازق میرا خدا ہے۔ جو آپ کو بھی روزی دیتا ہے۔ وہی میری مدد کرے گا۔ یہ سنتے ہی انہوں نے مجھے ایک لات ماری اور میں زمین پر گر پڑا۔ میرے سر کو معمولی سی چوٹ بھی آگئی۔ مگر کسی نے مجھ پر رحم نہ کیا۔ سٹیشن پر پہنچا تو لاہور کو سب گاڑیاں روانہ ہو چکیں تھیں۔ جاڑے میں ساری رات وہیں بسر کی پاس کمبل تک نہ تھا۔ جو اوڑھ لیتا۔ وہ بھی وہیں گھر پر ہی رہ گیا۔ آخر صبح ہوئی اور لاہور پہنچا یہاں آتے ہی بخار ہو گیا۔ مگر اس شافی مطلق نے صحت بخشی۔ اگلے دن والد صاحب بھی لاہور آپہنچے مجھے بیمار دیکھ کر ان کا دل ذرا نہ پسیجا مجھے دیر تک سمجھاتے رہے اور کہنے لگے کہ احمدی ہونے سے بہتر تھا کہ تو عیسائی ہو جاتا۔ میری کمائی میں اب کچھ تیرا حصہ نہیں۔ جا جہاں تیرا دل چاہے اپنا انتظام کر۔ میں نے کہا کہ خدا کے لئے مجھے روٹی کے لئے تو کچھ دیتے جاؤ۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کہ میں ہرگز ایک پیسہ بھی نہیں دونگا۔ بھوکا مریگا تو خود ہی سمجھ جائیگا۔ میرا چھوٹا بھائی بھی یہاں میرے پاس ہی ہے۔ اور چھٹی جماعت میں پڑھتا ہے اس کو کہنے لگے کہ چل تجھے امرتسر لے جائیں وہاں پڑھا کرو۔ لیکن اس بچے کو مجھ سے بہت محبت ہے اس نے مجھ سے جدا ہونے سے انکار کیا۔ میں نے بھی اس سے کہا کہ بھائی رشید تو چلا جا۔ تو کیوں میرے ساتھ مصیبت میں پڑ رہا ہے۔ میرے پاس تو پیسہ بھی نہیں تجھے روٹی کہاں سے کھلاؤنگا۔ لیکن وہ گیارہ بارہ سال کا بچہ محبت کے تقاضہ سے رہ گیا۔

اب میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے خالق دو جہان اے مالک کون و مکان۔ مجھے آزمائش میں نہ ڈال میری تکلیفوں کو دور کر اور اپنے حبیب پاک کے طفیل سے میری مدد کر۔ آخر میں نہایت ادب سے گذارش ہے کہ یا حضرت اس گنہگار، ناچیز حقیر بندے کو حلقہ غلامی میں داخل فرمائیں۔ اور بدرگاہ ایزدی دعا کریں کہ خدائے غفار میرے گذشتہ عصیان پر بطفیل محمد و احمد قلم عفو کھینچے۔ اور آئندہ نیک راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان یکم فروری سنہ ۱۹۱۹ء

علمائے دیوبند مباہلہ کی طرف آئیں

ہماری طرف سے ۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ء کے الفضل میں علمائے دیوبند کو جو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اس کے جواب میں چار ماہ سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد مدرسہ دیوبند کے ایک مدرس صاحب کی طرف سے "کیا قادیان کی مرکزی جماعت ہم سے مباہلہ کرے گی" کے زیر عنوان ایک اشتہار شائع ہوا تھا۔ جس میں ہم سے دریافت کیا گیا تھا کہ:-

"مرزائی جماعت سے عموماً اور اخبار الفضل سے خصوصاً یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مضمون جو اخبار الفضل میں مرکزی جماعت کو مخاطب کرکے لکھا گیا ہے۔ اس کا ذمہ وار اور مباہلہ کی دعوت دینے والا کون ہے۔ آیا مرزائی جماعت کے مرکز کی طرف سے اور مرزا محمود صاحب جانشین مرزا صاحب کی طرف سے یہ اعلان ہے۔ یا صرف الفضل کے ایڈیٹر اور بعض غیر معتمد افراد کی طرف سے"۔

یہ اشتہار ۱۳ ربیع الثانی مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو ہمارے پاس پہنچا اور اسی دن ہم نے اس کا جواب لکھ کر چھپنے پر بذریعہ رجسٹری دیوبند بھیجدیا جس میں علمائے دیوبند کو اس دعوت مباہلہ کی طرف توجہ دلائے ہوئے۔ جو ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کے الفضل میں ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ نے نہایت کھلے الفاظ میں انھیں دی تھی۔ لکھا کہ

"مرزا محمود" تو خدا کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے عرصہ ہوا آگے بڑھ کر آپ لوگوں کو مباہلہ کی دعوت دے چکے ہیں۔ لیکن آپ ہی کروٹ نہیں۔ تو کیا کیا جائے۔ ہاں اب جب کہ آپ نے ایک طریق سے مجبور ہوکر ہماری دعوت مباہلہ کے متعلق یہ دریافت کیا ہے کہ

"اس کا ذمہ وار اور مباہلہ کی دعوت دینے والا کون ہے"

تو ہم آپ کو آگاہ کرتے ہیں۔ کہ اس کا ذمہ وار وہی ہے جس نے عرصہ ہوا آپ سے مباہلہ کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ اور جو جماعت احمدیہ کا واجب الاطاعت امام ہے"۔

اس نہایت صاف اور واضح جواب پر جس میں ہم نے لکھا تھا کہ مباہلہ کی دعوت دینے والے امام جماعت احمدیہ ہیں۔ ہم امید رکھتے تھے کہ علمائے دیوبند اپنے اس اقرار کے مطابق کہ

"مرکزی حیثیت سے ایسی تحریر ہمارے پاس آنی چاہئے جس کے بعد اسی کے انداز سے علمائے دیوبند کی طرف سے اطمینان بخش جواب دیا جائیگا"

مباہلہ کی طرف آئیں گے۔ اور وہ امور لکھیں گے جن کی مباہلہ کی کارروائی کے لئے ضرورت ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کے جواب میں آج ۲۵۔ جنوری بروز جمعہ جو اشتہار ہمیں پہنچا ہے اس میں بجائے مباہلہ کی طرف آنے کے اس سے ہٹ کر مناظرہ کی طرح ڈالی گئی ہے۔

اس اشتہار کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں کہ

"ایک اشتہار مطبوعہ ۱۳۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۷ہجری مطابق ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء ہمارے پاس ۱۷۔ ربیع الثانی کی شام کو ایڈیٹر الفضل کی طرف سے پہنچا جسکا عنوان یہ تھا "امام جماعت احمدیہ علمائے دیوبند سے مباہلہ کے لئے تیار ہیں"۔ ہماری جس تحریر کا یہ جواب ہے۔ اسکی دو کاپیاں ہم نے علیحدہ علیحدہ مرزا محمود۔ اور ایڈیٹر الفضل کے نام بصیغہ رجسٹری روانہ کیں تھیں جس کے متعلق اس وقت تک خود مرزا محمود نے کسی قسم کے جواب کی تکلیف گوارا نہیں کی"۔

یہ آخری الفاظ دراصل ہمارے ان الفاظ کے مقابلہ میں لکھے گئے ہیں۔ جن میں ہم نے اپنی دعوت مباہلہ کے جواب میں علمائے دیوبند کی "طویل خاموشی" کا ذکر کیا تھا۔ لیکن حیرانی کی بات ہے، کہ لکھنے والے صاحب کو اتنا بھی یاد نہ رہا۔ کہ انھوں نے اپنے پہلے اشتہار میں مخاطب ہی اخبار الفضل کو کیا تھا۔ چنانچہ لکھا تھا کہ

"ہم اخبار الفضل سے اس امر کو صاف کرنا چاہتے ہیں"

پس جب وہ اخبار الفضل سے ہی اس امر کو صاف کرنا چاہتے تھے۔ اور اخبار الفضل کے ایڈیٹر کیطرف سے ہی ایک اشتہار انھیں پہنچ چکا تھا جس میں ان کے پیش کردہ امر کو صاف کر دیا گیا تھا۔ تو اور انھیں کیا چاہئے تھا۔ اور کیوں یہ لکھدیا کہ "اس وقت تک خود مرزا محمود نے کسی قسم کے جواب کی تکلیف گوارا نہیں کی" "مرزا محمود" سے جب جواب ہی نہیں مانگا گیا تھا۔ اور نہ اشتہار

شائع کرنے والے صاحب کی یہ **حیثیت اور پوزیشن** ہے۔ کہ آپ سے جواب مانگیں۔ تو آپ کو جواب دینے کی تکلیف گوارا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پس جس سے جواب مانگا گیا تھا۔ اور جس سے زیر بحث امر کو صداقت کرنا چاہا گیا تھا۔ اسی کا فرض تھا کہ جواب دے۔ اور اس نے خدا کے فضل و کرم سے اسی دن جواب لکھدیا۔ جس دن اسے اشتہار پہنچا۔ ایسی صورت میں بخط جلی یہ لکھنا کہ "خود مرزا محمود نے کسی قسم کے جواب کی تکلیف گوارا نہیں کی" کم از کم ایک ایسے شخص کے لئے ہرگز جائز اور مناسب نہ تھا۔ جو ایک مشہور اسلامی مدرسہ کا مدرس ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ اور "احقاق حق" اور "ازہاق باطل کو" اپنا مقصد قرار دیتے ہیں۔ خیر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر اس زمانہ کے علماء کہلانے والوں کی حالت یہاں تک نہ پہنچ جاتی۔ تو ہمیں دعوت مباہلہ دینے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔

اس کے بعد اشتہار شائع کرنے والے صاحب علمائے دیوبند کی اس **طویل خاموشی** کے متعلق جو انھوں نے ہمارے امام کی اس دعوت مباہلہ کے متعلق اختیار کر رکھی ہے۔ جس پر اب ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے۔ عجیب پیچ و تاب کھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کیا ایڈیٹر الفضل یہ ثابت کر سکیں گے۔ کہ جو شخص اتنی بات کا **کسی ذریعہ** سے علم رکھتا ہو کہ **خواجہ حسن نظامی۔ اور مرزا محمود میں مباہلہ** کی کوئی گفت و شنید ہوئی ہے۔ اور مرزا محمود نے ایسے **مباہلہ** کی ضرورت کا اعتراف کیا ہے۔ جس کا اثر عام ہو تو اس کے حق میں یہ بھی واجب التسلیم ہو گا کہ وہ ان دونوں کی تمامی مراسلات کو حرف بحرف پڑھ چکا ہے"

اگر وہ **ذریعہ** بتا دیا جاتا۔ جس سے خواجہ حسن نظامی صاحب کے ساتھ **مباہلہ** کی کوئی گفت و شنید ہونے کا علم ہوا تھا۔ تو ہم مفصل طور پر عرض کر سکتے لیکن اگر علمائے دیوبند اپنی طویل خاموشی پر پردہ ڈالنے کے لئے الفضل کے اس پرچہ کے پڑھنے سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوں جس میں انھیں **مباہلہ** کی دعوت دیگئی تھی اور جو خاص طور پر اسی وقت ان کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ تو ہم اتنا دریافت کرتے ہیں۔ کہ جس ذریعہ نے اس غیر متعلق بات کا انھیں علم دیا کہ "خواجہ حسن نظامی اور مرزا محمود میں مباہلہ کی کوئی گفت و شنید ہوئی ہے" اس نے علمائے دیوبند کو ان سے خاص طور پر تعلق رکھنے والی بات یعنی دعوت **مباہلہ** سے کیوں آگاہ نہ کیا۔ لیکن خیر اگر باوجود اپنے ان الفاظ کے کہ

"**مباہلہ** کا اثر عام ہونے کی غرض سے جس کی ضرورت کا مرزا محمود صاحب نے بمقابلہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اعتراف کیا ہے"

(جن سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ان کے لکھنے والے نے حضرت کے مضامین کا مطالعہ کیا ہے۔ جو خواجہ حسن نظامی صاحب کے ساتھ مباہلہ کی گفت و شنید کرتے ہوئے شائع ہوئے ہیں۔ ورنہ پورے وثوق اور یقین کے ساتھ اس امر کو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا) یہی اصرار ہے۔ کہ اس دعوت سے علمائے دیوبند لاعلم تھے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ انھوں نے ہماری اس دعوت مباہلہ کے جواب میں جو ایک بار بذریعہ پیکٹ۔ اور دوسری بار بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی **چار ماہ** تک کیوں خاموشی اختیار کی اور کیوں "کیا قادیان کی مرکزی جماعت ہم سے مباہلہ کرے گی" کے عنوان سے شائع ہونیوالا اشتہار اب سے پہلے شائع نہ کر سکے۔ اگر ہمارے مقابلہ میں خاموشی اختیار کرنا وہ ایسا ہی خلاف شان سمجھتے ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ اس چار ماہ کی مسلسل خاموشی کے دھبہ کو وہ ہرگز نہیں مٹا سکتے۔ ہمیں اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر "طویل خاموشی" کا دیانتداری کے ساتھ اعتراف کر لیا جاتا۔ اور کبھی الفضل کے مضامین سے لاعلمی ظاہر کر کے۔ کبھی علمائے دہلی کی دعوت مباہلہ کو علمائے دیوبند رہی کی دعوت قرار دے کر اور کبھی اپنے حلم و اناۃ کو پیش کر کے ہمارے امام کی دعوت مباہلہ پر خاموشی اختیار کرنے کے متعلق عذر لنگ نہ تراشے جاتے۔

اشتہار شائع کرنے والے صاحب کو مطلع رہنا چاہئیے کہ اس قسم کے معذرات سے علمائے دیوبند کی خاموشی حق بجانب نہیں ثابت ہو رہی۔ بلکہ اس کے خلاف نتیجہ نکل رہا ہے۔

مشتہر صاحب کی تمہیدی عبارت کا مختصر سا جواب دینے کے بعد ہم **اصل بات کی** طرف آتے ہیں۔ جو یہ ہے۔ کہ ہم سے دریافت تو یہ کیا گیا تھا کہ "کیا قادیان کی مرکزی جماعت ہم سے مباہلہ کریگی" جس کے جواب میں ہم نے لکھدیا تھا کہ "امام جماعت احمدیہ علمائے دیوبند سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ اب چاہئیے تو یہ تھا کہ مباہلہ کے متعلق گفت و شنید کی جاتی۔ اور حسب وعدہ خود وہ امور لکھے جاتے "جن کی اس کارروائی کے لئے ضرورت ہے" لیکن بجائے اس کے مناظرہ کی دعوت دیتے ہوئے یہ لکھدیا گیا ہے۔ کہ

"اب وقت آگیا ہے۔ کہ تمام فضول قصے بالائے طاق رکھدیئے جائیں اور **نہایت صدق و اخلاص اور متانت کے ساتھ اولاً اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے۔ کہ مرزا غلام احمد** جن کو ۱۰ ستمبر کے پرچہ میں (معاذ اللہ) خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے۔ وہ فی الواقع ایسے ہی تھے۔ یا جیسا کہ بقول آپ کے ان کے مخالف کہتے ہیں وہ ایک مفتری اور کذاب شخص تھا .... اور اگر **بعد مناظرہ بھی نمایاں طور پر حق واضح نہو تو پھر آخری صورت مباہلہ ہے جو اسی وقت اسی میدان میں عمل میں آئیگا**"

مذکورہ بالا الفاظ میں بذریعہ مناظرہ اس امر کا فیصلہ کرنے کی دعوت دیگئی ہے۔ کہ مرزا غلام احمد جنکو ۱۰۔ ستمبر کے پرچے ("الفضل") میں خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے۔ وہ فی الواقع ایسے ہی تھے۔ اور مناظرے

بعد نمایاں طور پر حق کے واضح نہ ہونے کی صورت میں مباہلہ پر آمادگی ظاہر کی گئی ہے۔ ہم اس دعوت مناظرہ کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول اور منظور کر لیتے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے خدا کا برگزیدہ نبی ہونے کے دلائل پیش کرتے۔ اگر علمائے دیوبند اپنی طرف سے اس امر کا پہلے سے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے۔ لیکن چونکہ وہ متفقہ طور پر اپنے خیال میں اس کا فیصلہ کر چکے ہوئے ہیں۔ اس لئے مباہلہ کے لئے اس مناظرہ کو بطور شرط پیش کرنا فضول ہے

ذیل میں ہم حضرت مرزا صاحب کے متعلق ان کا فیصلہ درج کرتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ

"ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ یہ خبر پہنچی۔ کہ وہ اسلام کی تائید کرتا اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے۔ ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا۔ اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا۔ بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے۔ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں"

(دیکھو التصدیقات صفحہ ۴۳)

حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہ وہ فیصلہ ہے۔ جو علمائے دیوبند کی مرکزی جماعت کی تصدیق اور تائید سے شائع ہو چکا ہے۔ اس فیصلہ کو صحیح سمجھتے ہوئے علمائے دیوبند کی طرف سے یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ

"نہایت صدق و اخلاص اور متانت کے ساتھ اولاً اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے کہ مرزا غلام احمد جن کو ۱۰ ستمبر کے پرچہ میں خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے۔ وہ فی الواقع ایسے ہی تھے"

کیا مذکورہ بالا فیصلہ کرتے وقت علمائے دیوبند نے **"صدق و اخلاص اور متانت"** سے **کام نہیں لیا تھا۔ اور بلا تحقیق فیصلہ** کر دیا تھا اگر یہ بات ہے۔ تو جن علمائے دیوبند کے دستخطوں سے یہ فیصلہ شائع ہو چکا ہے انہیں چاہئے۔ کہ اسے **غلط قرار دے کر واپس لیں اور نام بنام اعلان کریں کہ ہم نے یہ فیصلہ صدق و اخلاص اور متانت سے کام لیکر نہیں کیا تھا**۔ اور نہ اس کے متعلق ہم پر نمایاں طور پر حق واضح ہوا تھا۔ اس کے بعد ہم سے اس امر کے متعلق مناظرہ کر لیں۔ جس کے لئے ہم بفضل خدا ہر وقت تیار و آمادہ ہیں۔ لیکن جب تک علمائے دیوبند اپنے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے اپنی **جلدبازی اور تعجیل** کا اعتراف نہ کریں۔ اس وقت تک ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کہ جس امر کا وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ اسی کے متعلق ہمیں دعوت دیں۔ معلوم ہوتا ہے اشتہار شائع کرنے والے صاحب نے یہ بات علمائے دیوبند سے استصواب کئے بغیر ہی لکھدی ہے۔ اور اب وہ اپنی اس جلدبازی پر متاسف ہونگے لیکن اگر انہوں نے علمائے دیوبند کی منظوری سے لکھی ہے۔ اور انہیں منظوری دیتے وقت اپنا پہلا فیصلہ یاد نہیں تھا۔ تو ہم یاد دلا کر دریافت کرتے ہیں کہ آیا وہ اس پر قائم ہیں۔ یا نہیں۔ اگر قائم ہیں۔ تو غور فرمائیں۔ کہ اب انکی طرف سے یہ دعوت دینا کہ "نہایت صدق و اخلاص اور متانت کے ساتھ اولاً اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے۔ کہ مرزا غلام احمد جن کو ۱۰ ستمبر کے پرچہ میں خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے وہ فی الواقع ایسے ہی تھے" کہاں تک درست ہے۔ اور اگر **قائم نہیں، تو** **اس کے غلط اور نادرست ہونے کا کھلے الفاظ میں اعلان شائع کریں اور اس کے بعد ہمیں دعوت دیں جسے منظور کرنے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں**۔ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کہ جس امر کا وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ اور تا حال اس فیصلہ کے صحیح اور درست ہونے کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں مناظرہ کی دعوت دیں۔

پس اگر علمائے دیوبند سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق انہوں نے پیشتر ازیں جو فیصلہ کیا ہوا ہے۔ وہ صدق اور اخلاص اور متانت سے کام نہ لینے کی وجہ سے **قابل منسوخ** ہے۔ تو اس کا اعلان کر کے ہم سے نئے سرے سے فیصلہ کرنے کے لئے مناظرہ کر لیں۔ **لیکن اگر وہ اپنے پہلے فیصلہ کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں۔ تو پھر اس آخری طریق فیصلہ کی طرف آئیں۔ جس کا نام مباہلہ** ہے۔ اور جس کی دعوت ہمارے **امام** کی طرف سے انہیں دیجا چکی ہے۔ کیونکہ علمائے دیوبند حضرت مرزا صاحب کے متعلق پہلے جو فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس کی موجودگی میں صاف ظاہر ہے کہ اب ان کے لئے کوئی دلیل اور حجت کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بالفاظ مولوی حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دیوبند "صورت فیصلہ وہی ہے۔ جس کی نسبت کلام اللہ میں ارشاد ہے قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مباہلہ کا حکم بمقابلہ ان لوگوں کے ہوا تھا جن کا جحود و عناد اور کج بحثی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی قوی اور روشن دلیل بھی ان کے لئے مفید نہ تھی"۔ پس آپ لوگ جمع ہو جائیں اور موافق شرائط و قواعد مباہلہ کریں۔ **امام جماعت احمدیہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں**۔

کیا ہی اچھا ہو کہ علمائے دیوبند ادھر ادھر کی بے فائدہ اور دور از کار باتوں میں الجھ کر

وقت ضائع نہ کریں۔ اور مباہلہ کی طرف آئیں کیا
ہم امید رکھیں کہ اب ہمارے سامنے حسب
اقرار خود ان امور کو پیش کیا جائیگا جن کی ان کے
نزدیک مباہلہ کے لئے ضرورت ہے۔ اس جگہ
ہم یہ بات بھی صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ مشتہر
صاحب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ

"جو ترتیب ہم نے قائم کی ہے کہ اول **مناظرہ**
ہو اور پھر مباہلہ یہی عقلی اور شرعی ترتیب
ہے۔ اور یہی مولٰنا حبیب الرحمن صاحب
کی اس **تحریر کا حاصل** ہے۔ جس سے آپ کو
تحریک ہوئی۔ اور یہی آپ کی اس عبارت کا
منشاء ہے۔ جو الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ء میں آپ
نے درج کی"

اس ترتیب کو آپ نے "عقلی اور شرعی
ترتیب" کہہ دیا اور کوئی ثبوت نہ دے سکے
کہ "عقلی اور شرعی" . . . . . .
. . . . نہیں قرار
دیا جا سکتا۔ اگر آپ دلائل پیش کر کے "عقلی اور
شرعی طور پر یہ ثابت کریں۔ کہ جس امر کا علمائے
دیوبند پہلے سے متفقہ طور پر فیصلہ کر چکے ہیں۔ اسی
کے لئے دوبارہ مناظرہ ہونا چاہئے۔ تو غور کیا
جا سکتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب کی
تحریر کا حاصل بھی یہی ترتیب ہے۔ یہ درست
نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس تحریر کا یہی حاصل ہوتا۔ تو
ہمیں اس سے مناظرہ کی تحریک ہونی چاہئے تھی
لیکن یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے۔ کہ ہم نے اس سے
تحریک پا کر علمائے دیوبند کو مناظرہ کی دعوت
نہیں دی۔ بلکہ **مباہلہ** کی دی تھی۔ اور یہ لکھا تھا کہ
"کیا علمائے دیوبند ہم سے مباہلہ کریں گے"
جس پر ہم سے یہی دریافت کیا گیا تھا کہ

"**کیا قادیان کی مرکزی جماعت ہم سے**
مباہلہ کرے گی؟"

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس وقت تک گفت
و شنید مباہلہ کے متعلق ہے۔ نہ کہ مناظرہ کے
متعلق۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ اب جبکہ ہم نے مذکورہ
بالا استطالبہ کے جواب میں یہ اعلان کیا ہے کہ

"**امام جماعت احمدیہ علمائے دیوبند**
سے مباہلہ کے لئے تیار ہیں"

تو مباہلہ کی بجائے مناظرہ کے ذریعہ فیصلہ کرنے
کی تجویز پیش کی جاتی ہے اور تعجب یہ ہے کہ ۱۰
ستمبر ۱۹۱۸ء کے الفضل میں "کیا علمائے دیوبند
ہم سے مباہلہ کریں گے" کے عنوان سے جو
عبارت شائع ہوئی ہے اس کا بھی یہی منشاء
قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس مضمون کو جیسا کہ اس
کا اصل منشاء ہے۔ خود پہلے **دعوت مباہلہ** تسلیم
کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ پہلے اشتہار میں لکھا گیا تھا کہ

"**یہ مضمون جو اخبار الفضل (۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ء)**
میں مرکزی جماعت کو مخاطب کر کے لکھا گیا
ہے۔ اس کا ذمہ دار اور مباہلہ کی دعوت
دینے والا کون ہے؟"

پس جب خود اس مضمون کو "مباہلہ کی
دعوت" تسلیم کر لیا گیا ہے۔ نہ کہ مناظرہ کی دعوت
تو پھر اب اس کی کسی عبارت کا منشاء مناظرہ
بتلانا اپنی تردید آپ کرنا ہے۔ اب جن الفاظ
کا منشاء مناظرہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان کا یہ منشاء
ہرگز نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے آپ نے خود نہیں
سمجھا۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ مباہلہ کے لئے ہاتھ اٹھانے
سے قبل بطور اتمام حجت علمائے دیوبند کا کوئی
زعیم اپنے دلائل جو ہماری تردید میں رکھتا ہو
سنائے۔ پھر ہمارا جواب سنے۔ اس پر اگر وہ اور
اس کے ساتھی ہمارے جواب کو صحیح نہ سمجھیں
تو مباہلہ کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔ اور فیصلہ
خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اس کو مناظرہ نہیں کہا جا سکتا
بلکہ یہ مباہلہ کی صورت ہے۔ پس علمائے دیوبند
کو مباہلہ کی طرف آنا چاہئے جس کی انہیں
دعوت دی گئی ہے۔

کیا ہم امید رکھیں۔ کہ **علمائے دیوبند ہماری**
دعوت مباہلہ کو منظور کریں گے۔

اخیر میں ہم علمائے دیوبند کی خدمت میں یہ
گذارش کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ چونکہ
آپ لوگ اسلام کے حقیقی پیرو ہونے کے مدعی
ہیں۔ اس لئے مہربانی کر کے ہمارے جواب میں
قلم اٹھانے کے لئے اپنے میں سے کسی ایسے
شخص کو منتخب کیجئے۔ جو کم از کم اتنی تہذیب تو
رکھتا ہو۔ کہ ہمارے نہایت واجب الاحترام
بزرگوں اور پیشواؤں کا نام عزت و احترام سے لے
سکیں۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ لوگ خود اس بات کو
مد نظر رکھیں گے لیکن افسوس کہ جن صاحب کے
نام سے اشتہار شائع ہوئے ہیں۔ انھوں نے
اگر پہلے اشتہار میں ہمارے سید و مولا حضرت مرزا
بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ذکر صرف "مرزا
محمود صاحب" کے الفاظ سے کیا۔ تو دوسرے
اشتہار میں "مرزا محمود" لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ جو
ہرگز مناسب نہ تھا۔ اور نہ معلوم آئندہ وہ کس
تہذیب کا ثبوت دیں گے۔ پس جس طرح ہم
آپ لوگوں کو ادب اور تہذیب کے ساتھ مخاطب
کرتے ہیں۔ ایسا ہی آپ کو بھی چاہیئے۔

امید ہے۔ کہ آپ آئندہ اس کا خیال رکھیں گے
اور جلد سے جلد ہمیں ان امور سے آگاہ کریں گے۔
جو آپ کے نزدیک مباہلہ کی کارروائی کے لئے
ضروری ہیں۔

(نوٹ) مذکورہ بالا مضمون میں علمائے دیوبند کا جو
فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق
درج کیا گیا ہے اس پر مندرجہ ذیل دیوبندی علماء وغیرہ کی تصدیق ہے
(۱) مولوی محمود حسن صاحب (۲) مولوی [illegible] صاحب (۳) مولوی
عزیز الرحمن صاحب (۴) مولوی اشرف علی صاحب (۵) مولوی
عبدالرحیم صاحب (۶) محمد حسن صاحب (۷) مولوی قدرت اللہ
صاحب (۸) مولوی حبیب الرحمن صاحب (۹) مولوی محمد احمد
صاحب (۱۰) مولوی غلام رسول صاحب (۱۱) مولوی
محمد سہول صاحب (۱۲) مولوی عبد الصمد صاحب (۱۳)
مولوی محمد اسحٰق صاحب (۱۴) مولوی ریاض الدین صاحب
(۱۵) مفتی کفایت اللہ صاحب (۱۶) مولوی ضیاء الحق صاحب (۱۷) مولوی عاشق الٰہی صاحب (۱۸) مولوی سراج احمد صاحب (۱۹) مولوی محمد اسحاق صاحب (۲۰) مولوی مصطفیٰ صاحب (۲۱) مولوی مسعود احمد صاحب
(۲۲) مولوی محمد یحییٰ صاحب۔

کانپور کے اہلحدیث مناظرہ کر لیں

۵۔ جنوری ۱۹۱۹ء کو کانپور میں گورہ قبرستان کے پاس مولوی ثناء اللہ امرتسری نے "اسلام اور قادیانی مشن" کے عنوان پر تقریر کی۔ اور احمدیان کانپور نے فراخدلی سے معقول وقت طلب کیا۔ تاکہ امرتسری مقرر سے کچھ گفتگو کریں۔ مگر تنگ دل لوگوں نے کافی وقت نہ دیا۔ پھر احمدیوں نے باضابطہ اعلان کے ذریعہ باقاعدہ گفتگو کے لئے کہا۔ جس کا جواب ۱۱۔ جنوری ۱۹۱۹ء کو بذریعہ ایک اشتہار دیا گیا ہے۔ جس کا عنوان یہ رکھا ہے۔ کہ "مرزائیوں کا چیلنج منظور" اور اس میں کچھ شرائط مناظرہ بھی پیش کر دیئے گئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر سمجھا جاتا ہے۔ کہ ہمارے فریق مقابل کو دراصل صرف دفع الوقتی منظور ہے ورنہ دل سے ہمارا چیلنج منظور نہیں۔ اور نہ درحقیقت احقاق حق مقصود ہے۔

ہم مناظرہ سے ہٹنے والے نہیں۔ ہاں معقول طریق پر مناظرہ چاہتے ہیں۔ اس لئے پہلے ان کی پیش کردہ شرائط کے متعلق کچھ گذارش کرتے ہیں۔ تاکہ تصفیہ شرائط کے بعد معقول مناظرہ ہو کر دنیا کے لئے مفید ثابت ہو۔

فریق مقابل کی پیش کردہ **پہلی شرط** یہ ہے کہ فریقین پانسو پانسو روپیہ نقد کسی امین کے پاس بغرض اخراجات جلسہ جمع کر دیں۔ یہ شرط لغو ہے کیونکہ ہم دوسروں کے اخراجات کے ذمہ وار نہیں ہیں اور نہ ہم کسی کے محتاج ہیں۔ ہر فریق کو اپنے اپنے مصارف خود برداشت کرنے چاہئیں۔ آخر دینی معاملہ ہے۔

دوسری شرط یہ ہے۔ کہ ایک منصف مسلّمہ ہو جس کے حق میں وہ فیصلہ کرے وہ اپنی رقم واپس لے لے اور جس کے خلاف فیصلہ ہو اس کا روپیہ جلسہ پر خرچ کیا جاوے۔

یہ شرط بناء الفاسد علی الفاسد ہے ہماری نظر میں کوئی ایسا منصف نہیں۔ جو بارکیٔ مذہبی مسائل میں فراخدلی سے فیصلہ دے سکے اگر مولوی ثناء اللہ صاحب و دیگر علمائے اہلحدیث وغیرہم کو کوئی ایسا منصف مل سکتا ہے۔ جو ان کے مذہبی مسائل و امور میں ان کو فیصلہ دے اور وہ تمام مذاہب دہریہ برہمو۔ آریہ یہود نصاریٰ۔ شیعہ۔ خارجی۔ مقلدین۔ وہابی۔ وغیرہ سب کے مابین اختلافی مسائل پر اس کے فیصلے کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔ تو ایسے شخص کا نام لیں۔ تاہم اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ پھر یہ کہ مذہبی معاملہ میں کسی غیر سے روپیہ جھپٹ لینے کی نیت کرنا کونسی بہادری ہے۔

تیسری شرط یہ ہے۔ کہ ہر فریق کو دس دس منٹ تقریر کی اجازت ہوگی۔

۵۔ جنوری کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر کے بعد ہماری طرف سے توسیع وقت کی درخواست کا باعث یہی تھا کہ پانچ پانچ منٹ دس دس منٹ کافی نہیں۔ کیونکہ غیر احمدی پبلک پہلے ہی سے احمدیوں کے خلاف ہے پھر کئی گھنٹہ ان کو مخالفت پر ابھار کر دس دس منٹ کے لئے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے بحث کرنے لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آسکتا۔ اور یہ ایک طرح کا غبار ہے۔ پس دس دس منٹ کی شرط لگا کر الجھاؤ ڈالنا خلاف تہذیب ہے۔ وقت وسیع ہونا چاہئے۔ تاکہ سامعین اطمینان سے کسی مفید نتیجہ پر پہنچیں۔

چوتھی شرط یہ ہے۔ کہ مباحثہ کا وقت ایک موضوع پر دو گھنٹے ہوا کرے گا۔

لیکن یہ وقت ناکافی ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے۔ کہ موضوع صرف دو ہونگے (۱) پیشگوئی بابت نکاح آسمانی (۲) آخری فیصلہ بابت ثناء اللہ۔

(جنبر ۵۔ جنوری کو مولوی ثناء اللہ نے تقریر کی) اس شرط کے بعد فریق مقابل نے ایک نوٹ بھی لکھا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ اگر اس تقریر پر بحث کرنا منظور نہ ہو تو اس کی صحت کا اقرارنامہ تحریری دینا ہوگا۔

ہم یہ شرط منظور کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اسی طرح فریق مقابل کو اگر دوسرے مضامین متعلقہ احمدیت پر بحث کرنا منظور نہ ہو تو ان کی صحت کا اقرارنامہ تحریری دینا ہوگا۔ مضامین متعلقہ احمدیت یہ ہیں۔ مسئلہ وفات مسیح مسئلہ مہدی و عیسیٰ۔ حضرت مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا تعیین دجال۔ خروج یاجوج و ماجوج قولوا قولاً سدیداً پر عمل کر کے معقول شرائط رکھے جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ہماری طرف سے شرائط

یہ ہیں۔ کہ بحث تحریری ہوگی۔ بحث اول حیات و وفات مسیح پر ہوگی۔ فریق ثانی حیات مسیح کا مدعی۔ اور احمدی مناظر وفات مسیح کا مدعی ہوگا بحث ثانی صداقت مسیح موعود پر ہوگی احمدی مناظر مدعی ہوگا۔ ہر ایک بحث میں تین تین پرچے ہونگے۔ آخری پرچہ مدعی کا ہوگا۔ ہر ایک پرچہ کا وقت ۱½ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے مبحث میں چونکہ فریقین مدعی ہیں۔ لہذا ایک ہی وقت میں دونوں اپنا اپنا پرچہ لکھیں گے۔ اور یکے بعد دیگرے سنا کر ہر ایک اپنا پرچہ دوسرے کو جواب کے لئے دیدیگا۔ پھر اسی طرح جواب لکھے اور سنائے جائیں گے۔ بعد ہر ایک فریق جواب الجواب کے لئے دوسرے فریق کو دیدیگا۔ ہر ایک فریق کا استدلال اول قرآن مجید اور پھر حدیث صحیح مرفوع سے ہوگا۔ اور

قرآن وحدیث کے معانی لغت عرب اور قواعد زبان اور سیاق وسباق اور قرائن لفظیہ وعقلیہ کے ساتھ کئے جائیں گے۔ چونکہ وہاں غیر احمدی زیادہ ہیں۔ اس لئے امن کی ذمہ داری تحریری طور پر بعض معتبر اور باثر غیر احمدی اشخاص کو دینی ہوگی اور انھیں کو حکام کی اجازت بھی حاصل کرنی ہوگی۔ انتظام مباحثہ کے لئے فریقین کے انتخاب سے ایک پریزیڈنٹ ہوگا۔ اور ہر ایک فریق میں سے ایک ایک اس کا معاون ہوگا۔ جن کا کام نقطہ مجلس کا نظام قائم رکھنا اور شرائط کے مطابق کارروائی کرانا ہوگا۔ فیصلہ وغیرہ میں ان کی رائے کو کوئی دخل نہ ہوگا۔ اور فریقین میں سے کوئی دوسرے فریق یا اس کے بزرگوں کے حق میں کوئی غیر مہذب لفظ استعمال نہ کرے گا۔ نہ کسی پر ذاتی حملہ کرے گا۔

حافظ روشن علی۔ قادیان ۲۶-جنوری ۱۹۱۹ء
(منجانب دارالتالیف)

ایک غیر مبائع کے دو سوال
اور
اُن کے جواب

کل ہمارا ایک معزز دوست ایک سرکاری عہدیدار غیر مبائع کی ایک تحریر لایا۔ جس میں ذیل کے سوالات بغرض جواب لکھے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ حضرت میاں صاحب حقیقۃ الامر صہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "مگر مولوی صاحب ایک بات کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت صلعم کو تردد رہا ہے۔" صحیح بخاری اور صحاح کی متواتر حدیث جس سے عقیدہ مذکورہ بالا ثابت ہو کہیں نہیں ملتی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ حدیث دکھلائی جائے۔

جواب جواباً واضح ہو کہ صحیح بخاری جلد ۴ مطبوعہ مصر صہ ۱۳۸ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ ولم ینشب ورقۃ ان توفی وفتر الوحی فترۃ حتی حزن النبی صلعم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کی یتردی من رؤس شواھق الجبال فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی منہ نفسہ تبدی لہ جبریل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذالک جاشہ وتقر نفسہ فیرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذالک فاذا اوفی بذروۃ جبل تبدی لہ جبریل فقال لہ مثل ذالک۔ وہ فقرات جن پر خطوط کھینچے گئے ہیں۔ ان کو ملاحظہ کیجئے۔ کیا ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آنحضرت صلعم فترت وحی کی وجہ سے گھبرا جاتے تھے۔ اور طالت علیہ فترۃ الوحی کے فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ فترت کا زمانہ لمبا ہوتا تھا اور انک رسول اللہ حقا کے فقرہ سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت اپنی وحی کے متعلق کہ جس میں آپکو ابتداء میں رسول اللہ کہا گیا ظاہر پر حمل کریں۔ یا اسے کسی تادیلی معنوں میں سمجھنے میں متردد ضرور ہوتے تھے جبھی انک رسول اللہ حقا کے قول سے آپ کو تسلی ہو جاتی۔ اور آپ کا اضطراب دور ہو جاتا پھر طالت علیہ فترۃ الوحی کی شرح میں فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صہ ۳۱۷ میں فترت کا تین سال کا عرصہ بتایا ہے۔ اور بعض نے چھ سال کی مدت کا عرصہ بیان کیا ہے۔ لیکن اگر دونوں مدتوں کی تعیین نہ بھی ہو تو طالت کا صیغہ کہ جس کا ماخذ اور مصدر طول ہے۔ اس کا مفہوم کسی لمبی مدت کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ اور اگر فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی کے ساتھ غدا منہ مرارا اور غدا لمثل ذالک کے فقرہ کو ملا کر غور کریں تو ہر دو فقرہ کی طوالت فترت کی وجہ سے آنحضرت کا بتکرار اور کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے تئیں نیچے گرانے کا قصد کرنا ایک بہت ہی لمبے عرصہ پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی تعیین کے لئے تین سے چھ سال تک کی مدت غیر مناسب نہیں)۔ اب اس صورت واقعہ پر جو صحیح بخاری جیسی مستند اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں مذکور ہے کسی کا اعتراض کرنا محض لاعلمی اور کتب حدیث سے ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ لیکن با ایں حقیقت معترض صاحب کا یہ کہنا کہ "صحیح بخاری اور صحاح کی متواتر حدیث جس سے عقیدہ مذکورہ بالا ثابت ہو کہیں نہیں ملتی" ہرگز درست نہیں کیا عقیدہ مذکورہ کے لئے حدیث مذکور کافی نہیں۔ اور کیا تردد کی حالت کو ثابت کرنے کے لئے فقرہ انک رسول اللہ حقا زبردست قرینہ موجود نہیں۔ پھر علاوہ اس کے اگر سیرت ابن ہشام کی ذیل کی عبارت کو دیکھا جائے۔ تو تردد کو جن معنوں کے پہلو میں وہاں ذکر کیا ہے۔ اس کے مقابل حضرت میاں صاحب کے الفاظ نہایت محفوظ اور بہت بڑی احتیاط اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ عبارت یہ ہے۔ عن خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھا قالت لرسول اللہ ای ابن عم اتستطیع ان تخبرنی بصاحبک ھذا الذی یاتیک اذا جاءک قال نعم قالت فاذا جاءک فاخبرنی بہ فجاءہ جبریل ع کما کان یصنع فقال رسول اللہ صلعم لخدیجہ یا خدیجہ ھذا جبریل ع قد جاءنی قالت قم یا ابن عم فاجلس علیٰ فخذی الیسرے قال فقام رسول اللہ فجلس علیھا قالت ھل تراہ قال نعم قالت فتحول

فاجلس علیٰ فخذی الیمنی فتحول رسول اللہ صلعم فجلس علیٰ فخذھا الیمنی فقالت ھل تراہ قال نعم قالت فتحول فاجلس فی حجری قالت فتحول رسول اللہ صلعم فجلس فی حجرھا قالت ھل تراہ قال نعم قال فتحسرت والقت خمارھا ورسول اللہ جالس فی حجرھا ثم قالت لہ ھل تراہ قال لا قالت یا ابن عم اثبت وابشر فواللہ انہ لملک وما ھذا لشیطان

اب دیکھو حضرت خدیجہ کا آنحضرت کو جبریل کے ظہور کے موقعہ پر یہ عرض کرنا کہ آپ میری بائیں ران پر بیٹھیں۔ آپ میری دائیں ران پر بیٹھیں۔ آپ میری گود میں بیٹھیں۔ اور بتائیں کہ ان حالتوں میں جبریل آپ کو نظر آرہا ہے۔ پھر جب آپ نے فرمایا کہ ہاں نظر آتا ہے۔ تو پھر بیوی صاحبہ آنحضرت کو اپنی گود میں ہی اٹھائے ہوئے اپنی اوڑھنی کو پھینک کر سر ننگے بیٹھیں اور فرمایا کہ اب بھی نظر آتا ہے۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ اب تو نظر نہیں آتا۔ تب بیوی صاحبہ آپ کو بشارت کے ساتھ تسلی دیتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اثبت وابشر یعنی متردد و متزلزل نہ ہو بلکہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہ۔ اور خوش ہو کہ یہ فرشتہ ہے۔ نہ کہ شیطان۔ اب غور کرو کہاں تردد کا پہلو اور کہاں وہ پہلو کہ جو حضرت میاں صاحب کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ "اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت کو تردد رہا ہے۔" حضرت خدیجہ کا یہ فقرہ کہ اثبت وابشر فواللہ انہ لملک وما ھذا الشیطان اس فقرہ کا لفظ اثبت اور صحیح بخاری کا یہ فقرہ کہ انک رسول اللہ حقا دونوں کا مآل ایک ہی ہے اور دونوں ایک ہی غرض اور مقصد پر محمول ہیں۔ اور دونوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ تردد کی حالت کے موقعہ پر استعمال کئے گئے۔ اب ان الفاظ کے ہوتے ہوئے حضرت صاحب کے کلام پر کونسا اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔

دوسرا سوال

حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۴۰ تتمہ حقیقۃ الوحی پر فرماتے ہیں "آنحضرت کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا کہ خدا کی طرف سے ہے بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے۔ اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی کہ مجھے اپنے نفس کی نسبت بہت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔"

لیکن میاں صاحب حقیقۃ الامر صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ "میں اس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں جو کہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحی کی نسبت یہ شبہ تھا کہ شیطانی ہے یا رحمانی۔"

بقول میاں صاحب اب حضرت مسیح موعود پر کیا فتویٰ عائد ہوگا۔

جواب

معترض کا اس سوال سے یہ مدعا اور مقصد ہے کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اس کلام نے کہ "میں ایسے شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں" زد پڑتی ہے۔ سو اس کے جواب میں واضح ہو کہ انسان جب عیب چینی کے پیچھے پڑتا ہے۔ تو بغض و عناد کی آنکھ اسے پر حکمت کلام اور صحیح اقوال کو بھی معیب ہی دکھاتی ہے۔ کیونکہ تعصب اور عداوت وہ بلا ہے کہ اس سے فہم و ادراک میں ضرور ہی سقم آجاتا ہے۔ اور پھر فہم سقیم کو نظر صحیح اور رائے صائب کہاں۔ ولنعم ما قیل

وکم من عائبٍ قولاً صحیحاً
وآفتہ من الفہم السقیم

کاش معترض صاحب حضرت مسیح موعود اور حضرت صاحبزادہ صاحب ہر دو مقدسوں کے کلام میں پوری غور و تدبر کر لیتے تا انہیں تناقض معلوم نہ ہوتا اور نہ ہی وہ تناقض کے اس ناپاک نتیجہ تک پہنچتے افسوس کہ الفاظ اور فقرات کی مختلف ہیئت کو بھی شناخت کرنے کی قابلیت نہیں رہی۔

کجا حضرت مسیح موعود کی عبارت اور اس کے یہ الفاظ کہ آنحضرت نے فرمایا کہ "مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا۔" اور کجا حضرت صاحبزادہ صاحب کے یہ الفاظ کہ "میں اس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں جو کہے کہ آنحضرت کو اپنی وحی کی نسبت یہ شبہ تھا،"

اب کیا ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔ یا حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ فقرہ کہ میں ایسے شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس کی زد کے ساتھ حضرت مسیح موعود کو کچھ نسبت اور تعلق ہے غور کیجئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اپنی عبارت میں شبہ کی نفی فرما رہے ہیں۔ اور شبہ کے قائل کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ اس کے مقابل حضرت مسیح موعود کی عبارت میں لفظ شبہ کا نہیں۔ بلکہ اندیشہ کا ہے جس کا استعمال آنحضرت کے نفس کی نسبت ہے نہ وحی اور جبریل کی نسبت۔ پھر شبہ اور اندیشہ دونوں لفظوں کے مفہوم میں بین فرق ہے۔ کیونکہ اندیشہ کا مفہوم منافی شان نبوت و رسالت نہیں۔ جیسا کہ آنحضرت کو جنگ بدر کے موقعہ پر یہ دعا مانگتے ہوئے کہ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً خدا تعالیٰ کے غنا ذاتی کے لحاظ سے یا کسی شرط مخفی کے خیال سے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید وہ صورت نہ پیدا ہو جائے۔ جس کے امکان کا آنحضرت نے ان اھلکت ھذہ العصابۃ کے فقرہ میں اظہار فرمایا۔ لیکن یہ نہیں کہ اس دعا سے یہ مطلب سمجھ لیا جائے کہ آنحضرت کو ان پیشگوئیوں اور وعدوں میں شبہ تھا جو بدر کی فتح کے متعلق تھی صورتوں کے

مختلف مقامات میں ذکر کئے گئے اور یہ اندیشہ صرف احتیاط کے معنوں میں تھا۔ کیونکہ غار حرا کا واقعہ جو ابتدائی واقعہ تھا۔ آنحضرت کے لئے ایک بالکل نیا اور غیر مشہود واقعہ تھا۔ جس کی کیفیات کے عدم تجربہ کی بنا پر اس اچنبے اور انوکھے واقعہ کے مشاہدے سے ضرور تھا کہ احتیاط کے لحاظ سے آپ میں یہ اندیشہ پیدا ہوتا۔ سو یہ اندیشہ ہی تھا نہ شبہ جو مومنانہ شان سے بھی منافی ہے چہ جائے کہ اسے ایک نبی اور رسول کی نسبت جائز خیال کیا جائے۔

اب حضرت صاحبزادہ صاحب کا آنحضرت کے متعلق شبہ کی نفی کرنا کہ آنحضرت کو اپنی وحی کی نسبت شبہ نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود کے کلام کا معارض نہیں کیونکہ جیسے حضرت صاحبزادہ صاحب کے کلام میں شبہ کی نفی ہے۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود کے کلام میں کہیں شبہ کے لفظ کا استعمال نہیں ہوا جس سے ظاہر ہے کہ دونوں مقدس شبہ کی نفی میں متفق ہیں۔ باقی رہا اندیشہ کا لفظ سو جیسے حضرت مسیح موعود کے کلام میں اندیشہ کا لفظ ہے ویسے ہی حضرت صاحبزادہ صاحب کے کلام میں تردد کا لفظ ہے۔ ہاں اندیشہ کا اثر اور نتیجہ بھی..................

... چونکہ وحی کی مراد اور معنی کی تعیین کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کا لفظ تردد بھی آنحضرت کی وحی کے معنی کرنے کے ہی متعلق ہے۔ اس لئے دونوں بزرگ اس صورت میں بھی ایک دوسرے سے متفق ہی نظر آتے ہیں اور جب متفق ثابت ہو گئے تو نہ تناقض رہا اور نہ ہی تناقض کا وہ ناپاک نتیجہ جو شیطانی وساوس سے محض شر انگیزی کی غرض سے ایک مغالطہ کے رنگ میں پیش کیا گیا۔

ہاں ناپاک فتوے کی زد کا نمونہ دیکھنا ہو تو مولوی محمد علی صاحب کی تحریروں سے دیکھنا چاہیے۔

دیکھئے النبوۃ فی الاسلام کا صفحہ ۱۱۵ جس میں مولوی محمد علی لکھتے ہیں کہ "امت کے اندر ہو کر نبوت کا دعویٰ بھی کذاب کا کام ہے" یہ ہے ناپاک فتویٰ جو مولوی محمد علی کے قول سے حضرت مسیح موعود پر عائد ہوتا ہے کیا حضرت مسیح موعود کا دعویٰ امتی نبی ہونیکا نہیں۔ جن کے معنی ہیں کہ آپ امتی ہو کر اور امت کے اندر ہو کر آنحضرت کی کامل اتباع اور کامل اطاعت کی برکت سے نبوت کو پانے والے اور نبوت کے مدعی ہیں۔ اب دیکھو مولوی محمد علی صاحب کا یہ ناپاک فتویٰ۔ حضرت مسیح موعود پر کس قدر خطرناک زد ہے۔ کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے اپنی وحی میں نبی قرار دیا ہے۔ اس کے رسول نے اسے نبی کے نام سے پکارا اسے ان تیس دجالوں اور کذابوں میں داخل کیا جاتا ہے جس کے متعلق آنحضرت نے خود بتایا کہ وہ دعوے نبوت میں کذاب ہونگے۔ لیکن کیا وہ شخص بھی کذاب ہو سکتا ہے جسے خود آنحضرت نبی اللہ قرار دیکر مسیح اور مہدی کے تعریفیہ القاب سے ا . یاد فرمادیں اور مسیح اور مہدی اور نبی اللہ کے اوصاف ذکر کرنے سے خود ہی اسے تیس نبوت کے جھوٹے مدعیوں سے مستثنیٰ کردیں۔ کیا اس سے صاف طور سے ثابت نہیں ہوتا کہ یا تو مولوی محمد علی اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا تیس جھوٹے مدعیان نبوت سے آپ کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔ یا یہ کہ مولوی محمد علی کو حضرت مسیح موعود سے پوشیدہ دشمنی ہے۔ کہ باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ مسیح موعود جسے آنحضرت نے نبی اللہ قرار دیکر ۳۰ دجالوں سے خود ہی

پراسرار بیماری تباہی خیز اثرات

گذشتہ ایام میں تمام دنیا پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب بشکل "پراسرار بیماری" نازل ہوا تھا۔ اس نے اگرچہ اُس وقت تمام دنیا کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ہلا دیا تھا۔ لیکن اب جبکہ وہ گذر گیا ہے غافل اور خود فراموش لوگ اسے "معمولی بات" قرار دینے لگ گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی آگاہی کے لئے ہم ذیل میں اخبار "حق" کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اس بیماری نے ساری دنیا میں کیا اثر ڈالا اور یہ کیسی خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوئی۔

"اگرچہ یہ امر ازبس دشوار ہے۔ کہ کسی عالمگیر وبائی مرض میں اموات کی صحیح تعداد کا اندازہ لگ سکے۔ لیکن بارہ ہفتوں میں وبائی نزلہ اور بخار کے باعث ساٹھ لاکھ آدمیوں کا لقمۂ اجل ہو جانا بہت قرین قیاس ہے۔ دنیا کے **ہر ملک میں اس موذی وبا کی وجہ سے کاروبار تہ و بالا ہو گئے**۔ اور لوگوں کو تجارت اور وجہ معاش میں کثیر نقصانات کا متحمل ہونا پڑا ہے۔ اس جنگی وبا۔ یا "وبائی جنگ" کے مصارف کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ لیکن اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ دنیا کو بڑی قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ یہ بلائے ناگہانی اگرچہ اس وقت بہت صبر کے ساتھ برداشت کی گئی تھی۔ لیکن جنگ کی نسبت پانچ گنا زیادہ مہلک ثابت ہوا ہے۔ اندازاً جنگ میں دو کروڑ آدمی ساڑھے چار سال کے عرصے میں کام آئے ہیں۔ اتنے لمبے عرصہ میں اس نزلہ و بخار میں وبائی رفتار سے دس کروڑ ۸۰ لاکھ آدمیوں کی اتلاف جان کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔ زہریلے اجرام کے اس طوفان عظیم کے مقابلہ میں لنڈن پر گوتھ قوم

سے لٹیرے وحشیوں کے پرانی حملے بہادروں کے مجادلے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ہوائی تاخت میں تو لنڈن کی چند سو جانوں کا نقصان ہوا۔ لیکن وبائی نزلہ میں ۱۰ ہزار آدمی جاں بحق ہو گئے۔

بلیک ڈیتھ کے بعد کبھی دنیا پر ایسی مہلک وبا کا حملہ نہیں ہوا۔ محض ہندوستان میں تین لاکھ آدمی اس بلا کی بھینٹ ہو گئے ہیں۔ ان میں سے فقط بمبئی کا شمار پندرہ ہزار ہوتا ہے۔ دہلی کی دو لاکھ آبادی میں ۸ سو روزانہ اموات ہوتی رہی ہیں۔ پنجاب میں ڈیڑھ لاکھ جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ میں اس سے کچھ کم حشر برپا نہیں ہوا کیپ ٹاؤن میں اس مرض کی وجہ سے دو ہزار بچے لاوارث ہو گئے۔ اور یہ وبا تمام ملک کی دیسی آبادی میں آگ کی طرح شعلہ زن رہی۔ آسٹریلیا کی جمہوری گورنمنٹ کو ایک جہاز جزیرہ سموا کو بلا زدگان کی امداد کے واسطے بھیجنا پڑا۔ کیونکہ جزیرہ کے باشندوں میں [illegible] فیصدی اس مرض میں مبتلا ہو رہے تھے۔ فرنگی آبادی محض مردوں کو سپرد خاک اور زندوں کو خوراک بہم پہنچا سکتی تھی۔ نیوزی لینڈ میں سرکاری دفاتر بند کر دیئے گئے تھے۔ اور تجارتی کاروبار میں ابتری پڑ گئی تھی امریکہ کی بڑی دردناک کیفیت رہی ہے اور کینیڈا بھی اس بلا سے محفوظ نہیں رہا۔ انٹاریو اور مغربی اضلاع میں ایک سو آٹھ ڈاکٹر اس مرض کا شکار ہوئے۔ اور فقط انٹاریو کی تعداد اموات نومبر میں پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی امریکہ کے دیسی باشندے ہزاروں کی تعداد میں طعمہ اجل ہوئے۔ یورپ پر بھی یہ آفت ایسی ہی حشر خیز تھی سپین میں اس وبا کو ہولناک مرض سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ جزیرہ بارسیلونا میں روزانہ تعداد اموات ۱۲۰۰ بتائی جاتی ہے۔ فرانس کو بھی جرمنی اور آسٹریا کی

رضائی دوستوں کو تبلیغ

اپنے وقت کے امام کو پہچانو

من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ

دنیا میں کثیر التعداد مسلمان ہیں۔ اُن میں کتنے ہی فرقے بن چکے ہیں۔ جیسے سنی وہابی نیچری۔ غیر مقلد چکڑالوی۔ وغیرہ وغیرہ جن میں سے اکثر کئی کئی ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ لیکن کسی نے بھی اپنے وقت کے امام کو نہ پہچانا اور نہ پہچاننے کی کوشش کی۔

سُنّی فرقہ جن کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی عاشق اور والہ و شیفتہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں مگر افسوس وہ اس حدیث پر عمل نہ کرکے جہالت کی موت مرتے ہیں۔ جن میں سے بعض نے تو اپنے ایک مولوی (احمد رضا خانصاحب بریلوی) کو چند کتابیں لکھنے پر مجدد مائۃ حاضرہ کا خطاب دے دیا۔ اور پیراں نمے پرند و مریداں می پرانند کی تازہ مثال دنیا کے سامنے پیش کر دی۔ پھر مولوی صاحب موصوف نے اپنے جوش تجدید میں اپنے ہم خیال ہم مذہب بدایوں والوں کو بھی کافر کہہ دیا چنانچہ بدایوں کا مقدمہ خارج ہونے پر بدایونی پارٹی کو ؎

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسی چارہ جوئی کا وار ہو کہ یہ وار وار سے پار ہے

اُن کی دل آزاری کے لئے سنایا جاتا تھا۔ اور نیز عموماً دیگر فرقوں پر مضحکہ۔ ہنسی ٹھٹھا۔ پھبتی کہنا اور مردود و مرتد دجال۔ کافر۔ ملحد۔ مشرک بنا کر آوازے کسنا۔ اُن کے اعلیٰ جذبات اور بہترین قابلیت کے کارنامے ہیں۔ جن پر انہیں بہت کچھ فخر و ناز ہے۔ مگر حبیب اکرم صلعم کے فرمان کو نہ سمجھ کر نہ مان کر اس زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتے نہ پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں اپنے ان دوستوں کو

جن کے دل میں دینی تڑپ ہو۔ اور جو تعصب کو چھوڑ کر حق کو طلب کریں۔ فرمان مصطفوی صلعم کی طرف توجہ دلاتا ہوا کہتا ہوں۔ اپنے زمانہ کے امام کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اور جہالت کی موت سے بچو۔

اس زمانہ کا وہ سچا امام

جس کے واسطے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب (بخاری) یعنی مجھے اپنی ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ مبعوث ہوگا تم میں ابن مریم حکم اور عدل۔ پس تب صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جنگ کو موقوف کرے گا۔ جس کو خداوند تعالیٰ نے قادیان میں پیدا فرمایا۔ اور اس کی سچائی کے لئے لاکھوں نشان ظاہر فرمائے۔ اور اس کے ذریعے اپنے حبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ اور محمدی دین کے پھریرے کو اپنے پاک مرسل حضرت احمد کے ہاتھوں سے ایسا بلند کرایا کہ دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ جس کو آج کثیر التعداد سلیم الفطرت نفوس نے مان لیا ہے اس لئے میں آپ کو۔ اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز (احمد) کی طرف بلاتا ہوں۔ جو کہ موجودہ چودھویں صدی کا امام ہے۔

اور آگاہ کرتا ہوں کہ اسے شناخت کئے بغیر کبھی صراط مستقیم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے منہ موڑ کر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔

خداوند تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ امام برحق کو شناخت کریں۔

آمین ثم آمین

خاکسار۔ محمد حبیب احمدی بریلوی

تار برقی خبریں

بالشویکی مظالم - لنڈن - ۲۵ - جنوری (اسٹاکہالم) کا ایک تار مظہر ہے - کہ پیٹروگراڈ کا ایک تار جو براہ ہلسنگفارس موصول ہوا ہے - مظہر ہے کہ بالشویکی گورنمنٹ نے اس کا فیصلہ کیا ہے کہ پیٹروگراڈ چھوڑنے سے قبل بینک کے تمام حسابات کو آگ لگا دی جاوے - بالشویکی گورنمنٹ نے پولش اشخاص کو روس چھوڑنے کی مخالفت کی ہے کہ اس باعث سے کہ سویٹ جماعت کے لوگوں کو چونکہ سوئٹزرلینڈ جانے کی ممانعت ہے - بریں وجہ یہ لوگ بطور ضمانت کے رکھے جاویں گے۔

(بعد کا تار) بڈاپسٹ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ بالشویکوں کی مسلح سپاہ نے اخبار "پیپلز سپ" کے دفتر پر قبضہ کرکے اخبار مذکور کے مینیجر کو تمام فنڈ کے حوالے کر دینے پر مجبور کیا۔

انگریزی بحری پروگرام - لنڈن ۲۵ جنوری رائٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ انگریزی بحری پروگرام کے متعلق اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جب وقت تک کہ صلح کانفرنس پر دستخط نہ ہو جائیں - اس درمیان میں حکم دیا گیا ہے۔ کہ ناتمام تباہ کن جہازوں کی تیاری و نیز دیگر قسم کے جنگی جہازوں وغیرہ کی تعمیر ملتوی رکھی جائے اس میں ہلکے کروزر بھی شامل ہیں۔

اعلیٰ اتحادی کونسل حربیہ میں اتحادی نمائندے پیرس ۲۴ جنوری اعلیٰ اتحادی کونسل حربیہ آج منعقد ہوئی - موسیو کلیمنشو موسیو پیشان - مارشل فوش اور جنرل ویگانڈ نے فرانس کی نمائندگی کی - مسٹر لائڈ جارج مسٹر بالفور اور مارشل ہیگ نے برطانیہ مسٹر ولسن - مسٹر لانسنگ اور مسٹر ہرلنگ نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور سائنر اورلینڈو بیرن سانیو اور جنرل ڈیز نے اطالیہ اور جنرل سر ہنری ولسن اور جنرل بسی نے ورسیلز کونسل کی نمائندگی کی۔

ہسپانیہ سے روسیوں کا اخراج - لنڈن ۲۵ - جنوری - میڈرڈ کا ایک تار مظہر ہے - کہ آنرری سفیر روانہ ہو گئے - دار المبعوثین پر شبہا نے ہسپانیہ سے روسیوں کے اخراج کی مخالفت کی جس پر رومانیس نے جواب دیا کہ یہ کارروائی نہایت ضروری ہے - کیونکہ یہ لوگ وہی ہیں جو فرانس - سوئٹزرلینڈ اور ارجنٹائن سے خارج کئے گئے ہیں۔

فرانسیسی تباہ کن جہاز سرنگ سے ٹکرا گیا لنڈن ۲۵ - جنوری - فرانسیسی تباہ کن جہاز نمبر ۳۲۵ سرنگ سے ٹکرا کر ٹرنس سے کچھ فاصلہ پر غرق ہو گیا - ۱۰ ملاح بچے ہیں۔

پیٹروگراڈ کی حالت اسٹاکہالم ۲۴ - جنوری - اطلاع ملی ہے - کہ بالشویک شہر خالی کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں - بقیہ قیمتی اشیاء ماسکو بھیجی گئی ہیں - پیٹروگراڈ اب لوٹنے والے گروہوں - چھوڑ کر چلے جانیوالوں - چھپکر بھاگے ہوئے مجرموں کا جنہوں نے پہلے سے شہر لوٹ مار کے لئے تقسیم کر لیا ہو شکار رہے گا - امید کی جا رہی ہے کہ نظر بندوں کی بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا جائیگا۔

انور پاشا اور جمال پاشا کو سزا ۲۴ جنوری - برسٹ سے ایک خبر موصول ہوئی ہے - کہ ایک ترکی فوجی عدالت نے انور پاشا اور جمال پاشا کو بطور معزور ایک ایک سال قید اور عہدہ سے تنزلی کی سزا دی ہے۔

ایک ترکی جرنیل کی گرفتاری - لنڈن ۲۳ - جنوری - ایتھنز سے قسطنطنیہ کا ایک آیا ہوا پیغام مظہر ہے - کہ کامل پاشا جو تیسری فوج کا کمانڈر تھا - یونانیوں اور ایرانیوں کے قتل عام کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔

ترکی ریلوے لائنوں پر قبضہ - قسطنطنیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ برطانیوں اور فرانسیسیوں نے ترکی ریلوے لائنوں کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے جس میں بغداد اور ریلوے بھی شامل ہے

ہندوستان کی خبریں

انجمن ترقی تعلیم کا نواں سالانہ جلسہ اس انجمن کا نواں سالانہ جلسہ بمقام امرتسر زیر صدارت میاں محمد شریف صاحب تاجر چرم مورخہ ۲۲ - ۲۳ فروری سنہ ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوگا۔

شہزادہ جان کی تعزیت - ہز ایکسلنسی وائسرائے ہند نے شاہزادہ جان کی تعزیت میں حسب ذیل "تار حضور شہنشاہ معظم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ کہ میں اس غم واندوہ پر جو حضور کو اس الم ناک واقعہ (وفات شاہزادہ جان) سے پہنچا ہے نہایت صدق دل کے ساتھ اپنی ہمدردی پیش کرتا ہوں۔ - اس کا حسب ذیل جواب پیشگاہ شہنشاہی سے ہز ایکسلنسی وائسرائے کو موصول ہوا ہے۔ ہمارے اس نقصان پر آپ نے ہندوستان کی طرف سے جو اظہار ہمدردی کیا ہے۔ اس کا ہمیں گہرا احساس ہوا ہے۔ ملکہ معظمہ اور میں اس پیغام پر خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مسلم خواتین کی کانفرنس - مسلمان عورتوں کی کانفرنس کا سالانہ جلسہ امسال کلکتہ میں مورخہ ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - فروری کو زیر صدارت بیگم صاحبہ نواب بہادر ہوگا۔

بنگال میں تعلیم نسواں سکاٹ لینڈ مشن زنانہ سکول کلکتہ کے جلسہ تقسیم انعام میں ہز ایکسلنسی گورنر بنگال نے دوران تقریر میں کہا کہ تعلیم نسواں کی تحریک روز بروز تقویت حاصل کرتی جاتی ہے پانچ سال مختتمہ میں بنگال میں زنانہ پبلک سکولوں کی تعداد (۷۰۵۹) سے بڑھ کر ۹۸۰۳ (۹۵۲۰) اور طلبات کی تعداد (۲۲۲۵۵) سے ایک ہیچگی ہے۔ اور بنایا کہ مستورات کے لئے امور خانہ داری کی تعلیم زیادہ سود مند ہے۔ - بہ نسبت امتحان میٹرکیولیشن پاس کرنے کے۔